ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اقبال کا تصورِ قومیت وملّیت (اقبال کی نظم ونثر میں فکری تطبیق)

Iqbal's Concept of Nationalism and Milliyyat (Intellectual Compatibility in Iqbal's Poetry and Prose)

☆ڈاکٹر وقار سلیم رانا
سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، سمن آباد، فیصل آباد
☆☆ڈاکٹر محمد خرم یاسین
لیکچرر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
☆☆☆ڈاکٹر محمد امجد عابد
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract:

History is a witness that in all the big revolutions which occured in the world, literature not only took part in them but also determined the correct direction of those revolutions. Iqbal is also one of those guardians of freedom, who deeply observed the political conditions of his era and like a visionary leader, brought the Muslims out of the darkness of oppression and gave them the right to breathe in a free atmosphere. Iqbal's poetic and prose writings reflect his political vision. An intellectual connection is found in Iqbal's poetry and prose. In the article under review, Iqbal's intellectual similarities have been highlighted in the context of the concept of nationalism and milliyyat. Iqbal's concept of nationalism and milliyyat is under the influence of Islamic concepts and ideas. This concept of nationalism and milliyyat united the human race on the basis of ideology of Tawheed, denying the limitations of language, color and race, according to lineage and geography and by eradicating the hated ,cruelity and differences, established justice,equality and brotherhood among the people.

Keywords

Iqbal, Islam, Nationalism , Brotherhood, Justice, Cruelity, Geographical limits

کلیدی الفاظ: اقبال، اسلام، قومیت، بھائی چارا، انصاف، ظلم، جغرافیائی حدود

اقبال کا شمار اُن نابغہ عصر شخصیات میں ہوتا ہے جنھوں نے برصغیر میں اسلامی قومیت وتشخص کی نشاۃُ الثانیہ کے حوالے سے کام کیا اور اربابِ حل و عقد میں اپنا لوہا منوایا۔ اقبال نے معاصر سیاسی نشیب وفراز کا عمیق مشاہدہ کیا اور ایک صاحبِ بصیرت رہنما کی طرح مسلمانوں کو ظلم واستبداد کے اندھیروں سے نکال کر ایک آزادانہ فضا میں سانس لینے کا حق دار ٹھہرایا۔ اقبال کی شعری ونثری نگارشات، ان کی سیاسی بصیرت، دور اندیشی اور دانش وبینش کی آئینہ دار ہیں۔ اقبال کے تصورِ قومیت وملّیت کی تشریح وتوضیح کے حوالے سے، اقبال کا اُردو وفارسی کلام، انگریزی خطبات وخطوط اور دیگر نگارشات کے ساتھ ساتھ اقبال کے

مضامین ومقالات جن میں بالخصوص "جغرافیائی حدود اور مسلمان" گراں قدر سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال کی نظم ونثر میں ایک فکری انسلاک وارتباط پایا جاتا ہے۔زیرِ نظر مقالے میں اقبال کے تصورِ قومیت وملّیت کے تناظر میں انھیں فکری مماثلتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

پہلے پہل اقبال وطن پرستی اور وطن دوستی کے جذبے سے سرشار تھے۔ اس ضمن میں "بانگِ درا" کی متعدد نظمیں جن میں "ہمالہ"، "صدائے درد"، "ترانۂ ہندی"، "ہندوستانی بچوں کا قومی گیت" اور "نیا شوالہ" [۱] وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب اقبال مغربی تصورِ وطنیت سے متاثر تھے اور انھیں خطوط پر ہندو مسلم اتحاد کی حمایت کرتے ہوئے برصغیر کے جداگانہ تشخص کی آبیاری میں مصروفِ عمل تھے۔ اس حوالے سے اقبال اپنی نظم "ترانۂ ہندی" میں کہتے ہیں:

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا[۲]

جب اقبال ۱۹۰۵ء میں تحصیلِ علم کی غرض سے یورپ گئے تو وہاں اقبال نے مغربی دانش گاہوں سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کا دقیق نظری سے مطالعہ کیا۔ اقبال بہت جلد اس نہج پر پہنچ گئے کہ اہلِ مغرب مادی مفادات کے حصول، ملوکانہ اغراض کی تشفی اور اپنا تسلط و تصرف قائم کرنے کے لیے تصورِ وطنیت کی آڑ میں فتنہ انگیزی اور خون ریزی کو پروان چڑھاتے ہیں۔ مغرب والے اپنی حیلہ گریوں سے حسب نسب، رنگ ونسل ولسان اور جغرافیائی افتراق کی بنیاد پر قوموں کی تشکیل پر زور دیتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کے مابین نفرت و انتشار فروغ پاتا ہے ۔ مثال کے طور پر انگریزوں کی ہندوستان پر قابض ہونے کی اصل وجہ ان کے قومی مفادات تھے۔جنگِ عظیم اول میں جرمنی نے صرف اور صرف اپنے مادی مقاصد کی آڑ میں ہمسایہ ممالک کے ساتھ خون کی ہولی کھیلی۔ فرانس نے لبنان، شام، مراقش اور تیونس کے ساتھ ملوکانہ اغراض کی بنا پر جارحانہ سلوک کیا اور اس کے ساتھ ساتھ سوڈان، مصر، عراق، ایران، عدن، مسقط، بحرین اور فلسطین وغیرہ غیر ملکی استعماریت کا شکار ہوئے۔ [۳] غرض یہ کہ اہل مغرب نے جن ممالک کو کمزور گردانا، ان ممالک پر اپنی قومی اغراض کے پیشِ نظر اپنا تسلط و تصرف قائم کیا اور انسانیت کے زریں اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا ۔ اس مغربی تصورِ وطنیت کے حوالے سے اقبال کی نظم ونثر میں ایک فکری ارتباط پایا جاتا ہے۔اقبال اپنی نظم "وطنیت" میں ان خیالات کو کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے [۴]

اقبال وحید احمد مسعود بدایونی کے نام ایک مکتوب میں مزید لکھتے ہیں:

> "اس زمانے میں سب سے زیادہ بڑا دشمن اسلام اور اسلامیوں کا نسلی امتیاز و ملکی قومیت کا خیال ہے پندرہ (تیرہ لکھ کر کاٹ دیا اور اسے پندرہ بنایا) برس ہوئے جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا۔ اس وقت میں یورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب ہوا نے مجھے مسلمان کر دیا۔" [۵]

یورپ کے تجربات ومشاہدات، اقبال کے ذہنی وفکری ارتقا کے باعث بنے۔ اقبال کو شدت سے یہ احساس ہونے لگا کہ مغربی تصورِ وطنیت نے انسانوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال مغربی نظریۂ وطنیت سے دل برداشتہ ہو کر اسلامی تصورِ قومیت وملّیت کے علم بردار بن گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ اقبال کے ہاں لفظ "قوم"، لفظ "ملّت" اور اسلامی تصورِ قومیت وملّیت سے مراد کیا ہے اور یہ تصور مغربی نظریۂ وطنیت سے کیوں کر مختلف

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

ہے ؟۔اس حوالے سے اقبال اپنے مضمون "جغرافیائی حدود اور مسلمان" میں کہتے ہیں کہ لفظ "قوم" سے مراد انسانوں کا ایسا گروہ جو نسل، وطن، رنگ، قبیلہ اور اخلاق کی بنیاد پر بنایا جاتا ہے۔ یہ گروہ ہزار رنگ میں اور ہزار جگہ پیدا ہو سکتا ہے۔ (۶) ۔عربی لغات اور بالخصوص قرآن کریم میں لفظ "ملّت" سے مراد "دین" اور "شرع" ہے۔(۷) اگر اردو لغات کی بات کریں تو "فرہنگ آصفیہ" میں لفظ "ملّت" سے مراد مذہب، دین، شریعت، دھرم، مشرب، گروہ، فرقہ، قوم اور ذات وغیرہ ہے۔ (۸) اقبال کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل وحیِ الٰہی کا تخاطب کوئی مخصوص گروہ یا قوم ہوا کرتا تھا جیسے قوم موسیٰ، قوم نوح اور قوم لوط وغیرہ تاہم "حضرت ابراہیم سب سے پہلے پیغمبر تھے جن کی وحی میں قوموں، نسلوں اور وطنوں کو بالائے طاق رکھا گیا۔بنی آدم کی صرف ایک تقسیم کی گئی۔موحد اور مشرک۔اس وقت سے کے کر دو ہی ملّتیں دنیا میں ہیں، تیسری کوئی ملّت نہیں"۔ (۹) یہاں دو ملّتوں سے مراد یہ ہے کہ ایک ملت ایسے افراد پر مشتمل ہے جو توحید کو مانتے ہیں اور دوسری ملّت ایسے افراد پر مشتمل ہے جو توحید کے منکر ہیں۔اقبال کفر پر قائم رہنے والوں کو بھی ایک ملت قرار دیتے ہیں یعنی ''الکفرة ملّة واحدة'' (کفر ملّتِ واحدہ ہے) (10)۔اس کے ساتھ ساتھ اقبال مزید کہتے ہیں کہ مختلف طرح کی اقوام تو ملّت میں ضم ہو سکتی ہیں تاہم ملّت اقوام میں ضم نہیں ہو سکتی۔مثال کے طور پر اس خطۂ ارضی میں بے شمار ایسی اقوام بستی ہیں جو توحید سے انکار کرتی ہیں مثلاً عیسائی، ہندو، سکھ، کافر، مشرک اور لادین اقوام وغیرہ۔ یہ تمام اقوام ایسی ملّت میں ضم ہوں گی جو کفر پر قائم ہے۔اس کے برعکس ایسے افراد جو ان اقوام و ملل سے نکل کر خالص توحید کو مانتے ہیں یا مانیں گے ۔ایسے تمام افراد ایسی ملّت میں ضم ہوں جو توحید پر قائم ہے۔یعنی لفظ "ملّت" بہ نسبت لفظ "قوم" وسیع معنویت کا حامل ہے۔اقبال لفظ "ملّت" کے معانی و مفاہیم کی مزید وضاحت و صراحت اپنے مضمون "جغرافیائی حدود اور مسلمان" میں کچھ یوں کرتے ہیں:

> "حال کی عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں بکثرت سندات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملّت قوم کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔میں نے اپنی تحریروں میں بالعموم ملت بمعنی قوم ہی استعمال کیا ہے" (۱۱)

"جغرافیائی حدود اور مسلمان" اقبال کا آخری مضمون ہے، جو ان کی وفات کے تینتالیس روز قبل ۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ احسان لاہور میں شائع ہوا"۔(۱۲) گویا اقبال اپنی وفات سے تینتالیس روز قبل تک اپنی نثری نگارشات میں اس بات کی تائید کرتے رہے ہیں کہ جب وہ امتِ مسلمہ یعنی مسلمانوں کو ایک "ملّت" یا "قوم" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں تو اس سے مراد ملّتِ اسلامیہ ہی ہے۔اقبال نے اپنی نثری نگارشات کے ساتھ ساتھ اپنی شعری نگارشات میں بھی بالعموم لفظ "ملّت" بمعنی لفظ "قوم" ہی استعمال کیا ہے۔اگر فقط اقبال کی اردو شعری نگارشات کا ہی مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی تصدیق با آسانی ہو جاتی ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ اقبال نے مسلمانوں کے لیے "ملّت" کی اصطلاح کثرت سے اور "قوم" کی اصطلاح چیدہ چیدہ جگہ استعمال کی ہے۔اس حوالے سے اقبال "بانگِ درا" کی نظم "مذہب" میں کہتے ہیں:

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ (۱۳)

اقبال "بالِ جبریل" میں ان ہی خیالات کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

زہر اب ہے اس قوم کے حق میں مئے افرنگ
جس قوم کے بچّے نہیں خود دار و ہنر مند (۱۴)

"ضربِ کلیم" کی نظم "توحید" میں بھی یہی موقف بیان کیا گیا ہے:

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام (۱۵)

اس حوالے سے "ارمغانِ حجاز" کی نظم "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" کا یہ شعر قابلِ مطالعہ ہے:

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو (۱۶)

گویا اقبال کی نثری و شعری نگارشات میں لفظ "ملّت" اور لفظ "قوم" یکساں مفہوم کے حامل ہیں۔ اقبال کے تصورِ قومیت وملّیت کی بنیاد ملّتِ اسلامیہ پر ہے جو کہ ملّتِ ابراہیمی کا ہی احیا و تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کی تکمیل دینِ اسلام کی صورت میں کی اور اپنی تمام تعلیمات حضور ﷺ کے ذریعے نسلِ انسانی تک پہنچائیں اور خود حضور ﷺ کو دینِ ابراہیمی کی تقلید کا حکم دیا۔ اس حوالے سے "سورۃ النحل" میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۷)

(پھر ہم نے تیرے پاس وحی بھیجی کہ تمام راہوں سے ہٹنے والے ابراہیم کے دین پر چل، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔)

حضور ﷺ نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا پرچار کیا اور لوگوں کو دینِ اسلام میں شمولیت کی دعوت دی۔ حضور ﷺ کی تعلیمات کسی خاص خطۂ ارضی تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ کا پیغام آفاقی ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کلمۂ طیبہ پڑھتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اس شخص کا تعلق خواہ کسی بھی رنگ ونسل، لسان یا علاقہ سے ہو، وہ ملّتِ اسلامیہ کا حصہ بن جاتا ہے۔ مسلم قومیت کے حوالے سے اقبال کی نظم ونثر میں ایک فکری ارتباط پایا جاتا ہے۔ اقبال اپنے انگریزی مضمون "The Muslim Community" میں رقم طراز ہیں:

"The essential difference between the Muslim Community and other Communities of the world consists in our peculiar conception of nationality.It is not the unity of language or country or the identity of economic interest that constitutes the basic principle of our nationality. ... ... we are members of the society founded by the Prophet of Islam. "(۱۸)

اقبال اپنی شعری نگارشات میں لکھتے ہیں:

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ (۱۹)

اقبال اسلام کے نام پر ایک ایسی ملّت کا تصور پیش کرتے ہیں جو نظریۂ توحید پر قائم کی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی ملّت ہے جس میں رنگ ونسل، حسب نسب، لسان یا جغرافیائی حدود و قیود کی آڑ میں لوگوں کا استحصال نہیں کیا جاتا۔ ملوکانہ اغراض کے پیشِ نظر افرادِ معاشرہ کے درمیان نفرت وعناد، فتنہ پروری اور فساد کے برعکس اخوت و بھائی چارے، محبت ورواداری، عفو و درگزر، خلوص و مروت اور خوش اخلاقی وملنساری جیسے مثبت جذبات کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اس نظریۂ توحید کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا میں دور دراز علاقوں میں بسنے والے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ تسبیح کے تمام دانوں کی مانند کل انسانیت کو توحید کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے۔ پھر افغانی، افغانی نہیں رہتا۔ مصری، مصری نہیں رہتا۔ تمام افرادِ عالم کا دل ملّتِ اسلامیہ کے لیے دھڑکتا ہے۔ اس نظریۂ توحید کی تفہیم و تشریح کے حوالے سے اقبال کی نظم ونثر میں فکری مماثلت پائی جاتی ہے۔ اقبال اپنی شعری نگارشات میں کہتے ہیں۔

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے (۲۰)

اقبال اپنی نثری نگارشات میں مزید فرماتے ہیں:

"مذہب اسلام کا ایک نہایت ضروری پہلو قومیت ہے جس کا مرکز کعبۃ اللہ ہے۔" (۲۱)

گویا پورے عالم کے مسلمان کعبۃ اللہ میں حج کی غرض سے جمع ہوتے ہیں۔ طوافِ کعبہ کرتے ہوئے اللہ کی واحدانیت کا اعتراف کرتے ہیں اور بیت اللہ کو اپنا مرکز و محور مان کر اپنی قوت اور ملی وحدت کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے علاقائی، لسانی اور نسلی امتیازات کی نفی کرتے ہیں۔ فرض کریں کہ اگر رنگ و نسل، لسانی افتراق یا جغرافیائی حدود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کسی قوم کی تشکیل دی جائے تو لفظ "قوم" کے وسیع تر مفہوم کی آبیاری ممکن نہ ہو گی۔ مثال کے طور اگر لسان کی بنیاد پر کسی قوم کی تشکیل دی جائے یعنی پنجابی کہیں کہ ہم پنجابی بولتے ہیں، ہمارا الگ وطن ہونا چاہیے یا بلوچی کہیں کہ ہم بلوچی بولتے ہیں، ہماری زبان و ثقافت پنجابیوں سے جدا ہے چنانچہ ہمارا الگ وطن ہونا چاہیے۔ اس طرح اگر لسان کی بنیاد پر چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر دی جائیں تو مجموعی طور پر نہ صرف ان ریاستوں کی قوت و یکجائی میں کمی ہو گی بلکہ لسانی افتراق کی بنا پر فتنہ و فساد اور خون ریزی کا احتمال بھی ہو گا۔ دوسری طرف اگر ان تمام علاقوں کے افراد کو اسلام کے نام پر یکجا کیا جائے تو ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک مذہب کو ماننے کی وجہ سے ان کے اتحاد و یکجہتی میں اضافہ ہو گا، چاہے ان کی زبان، علاقہ، حسب نسب یا تہذیب و ثقافت وغیرہ میں فرق ہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے نزدیک مسلمانوں کا اصل وطن اسلام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان اپنی جائے پیدائش سے والہانہ محبت رکھتا ہے جو کہ ایک فطری عمل ہے۔ اگر انسان صرف اور صرف اپنی جائے پیدائش سے انسیت رکھے اور اپنی جائے پیدائش ہی کو سب کچھ سمجھ کر اسلام کے آفاقی و عالمگیری اصولِ قومیت و ملّیت سے غافل ہو جائے تو اقبال اس جذبے کی شدید مذمت کرتے ہیں اور اسے بت پرستی کے مترادف گردانتے ہیں۔ اقبال کا موقف یہ ہے کہ ہر مسلمان جغرافیائی سطح پر اپنی جائے ولادت سے محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ باقی خطۂ ارضی میں بسنے والے مسلمانوں سے بھی والہانہ لگاؤ رکھے۔ اگر دنیا کے کسی کونے میں، کسی مسلمان پر ظلم و استبداد ہو تو اس کے خلاف موثر آواز بنے۔ اسلام کی بقا اور استحکام کے لیے اپنا سینہ سپر کرے۔ اسلامی تصورِ قومیت و ملّیت کی سب سے بڑی مثال آپ ﷺ کی اسوۂ کامل ہے۔ آپ ﷺ مکہ سے بہت محبت رکھتے تھے تاہم جب ملّتِ اسلامیہ کی سربلندی اور بقا کی بات آئی تو آپ ﷺ نے مشرق و مغرب کی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اقبال کی شعری نگارشات میں جا بجا جغرافیائی حدود کی نفی کے اشارات ملتے ہیں:

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبویؐ ہے
ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی
دے تو بھی نبوّت کی صداقت پہ گواہی (۲۲)

اقبال اپنی ذاتی بیاض (Stray Reflections) میں ان ہی خیالات کی وضاحت، کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

"What is patriotism but a subtle form of Idolatry... ... ... Islam could not tolerate idolatry in any form. It is our eternal mission to protest against idolatory in all its forms. What was to be demolished by Islam could not be made the very principle of its structure as a political community. The fact that the Prophet prospered and died in a place not his birth place is perhaps a mystic hint to the same effect."(۲۳)

مغربی تصورِ وطنیت میں دین اور سیاست کے اشتراک کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اہلِ مغرب "چرچ" اور "اسٹیٹ" کو ایک دوسرے سے بالکل الگ اور جدا سمجھتے ہیں۔ حقیقی معنوں میں یہ افتراق چار پانچ صدیاں قبل پیدا ہوا۔ اس علاحدگی سے قبل مغرب میں کلیسائی نظام اس قدر مستحکم تھا کہ کوئی بھی قانون

پوپ کی باقاعدہ منظوری کے بغیر قابلِ قبول نہ تھا۔ کلیسا اور پاپائیت کے ٹھیکے داروں نے اپنے مفادات کی آڑ میں لوگوں کا استحصال کیا اور کتبِ مقدسہ کی تشریح و توضیح، اپنے مقاصد کے مطابق کی۔ [۲۴] جس کے باعث حلال اور حرام میں تمیز ختم ہوگئی۔ اہلِ کلیسا نے مغربی معاشرے کو اخلاقی و اقتصادی لحاظ سے تباہ کر کے رکھ دیا۔ کلیسائی نظام کے حامیوں کا یہ ماننا تھا کہ پوپ اعظم خدا کا نائب اور حضرتِ مسیح کا بیٹا ہے اور اس کا ہر حکم بائبل کی آیات کی طرح واجب العمل ہے۔ [۲۵] وہ عیسائیوں کے ہر طرح کے گناہ خدا سے معاف کرا سکتا ہے اور ان معافی ناموں کی آڑ میں لوگوں کا معاشی استحصال کیا گیا۔ ۱۵۱۷ء میں مارٹن لوتھر (Martin Luther ۱۴۸۳ء۔۱۵۴۶ء) نے جرمن میں کلیسائی نظام کے خلاف اصلاحِ دین کی تحریک چلائی [۲۶] اور لوگوں کو بائبل کی درست تفہیم سے روشناس کرایا۔ اس کے ساتھ ساتھ یورپ نے جب نشاۃُ الثانیہ کی جانب قدم بڑھایا تو علم و فکر کے میدان میں خوب ترقی ہوئی۔ عظیم المرتبت سائنس دان اور مفکرین پیدا ہوئے۔ مسیحیت کے حامیوں نے روزِ اول سے سائنسی علوم کو اپنی مذہبی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھا اور سائنسی علوم کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کی۔ مسیحیت راہبانیت کا درس دیتی ہے اور سائنسی علوم کی بنیاد تحقیق و اختراع اور عقل و خرد پر ہے، اسی لیے تمام مسیحی پیشوا بشمول لوتھر کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ [۲۷] ایک طرف عقل و شعور کی جیت ہوئی تو دوسری طرف لادینیت عام ہوئی۔ ” مذہب کو ذاتی اور شخصی معاملہ قرار دیا گیا، اور اسے محض عبادات اور پوجا پاٹ تک محدود کر کے کلیسا کی چار دیواری میں مقید کر دیا گیا۔ یہ خیال کیا جانے لگا کہ مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے جبکہ سماجی ،سیاسی یا اسٹیٹ کے مسائل و معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں “۔ [۲۸] اس کے ساتھ ساتھ سولھویں صدی کے اوائل میں میکیاوَلی (Niccolo Machiavelli ۱۴۶۹ء۔۱۵۲۷ء) کے سیاسی نظریات نے لادین سیاست کو مزید مستحکم کیا۔ میکیاوَلی کا خیال تھا کہ سیاست میں طاقت اور طاقت کا حصول ہی سب کچھ ہے۔ اس کے نزدیک عدل و انصاف اور حق و باطل کا پیمانہ قوت ہی ہے۔ [۲۹] اور سیاست میں کامیاب ہونے کے لیے مکاری ،فریب ، جھوٹ اور جبر و تشدد سب سے کام چلایا جا سکتا ہے۔ [۳۰] یہ وہ تمام بنیادی محرکات تھے جن کی وجہ سے اہلِ مغرب کے ہاں دین اور سیاست میں جدائی ہوئی۔

اہلِ مغرب نے اپنے قومی تشخص کی آبیاری کے لیے مذہب کی بجائے حسب نسب، رنگ و نسل، لسانی افتراق، جغرافیائی حدود اور ملوکانہ اغراض کا سہارا لیا اور نسلِ انسانی کو تباہی سے دوچار کر دیا۔ اس کے برعکس ” یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے، نہ نسلی ہے، نہ انفرادی، نہ پرائیویٹ، بلکہ خالصتاً انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے “۔ [۳۱] اسلامی تصورِ قومیت و ملّیت میں دین اور سیاست باہم مربوط اور متصل ہوتے ہیں کیونکہ دین اور سیاست کا تعلق جسم و روح کی مانند ہوتا ہے۔ اگر روح جسم سے آزاد ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ بالکل اُسی طرح اگر دین کی روح سیاست سے رخصت ہو جائے تو معاشرہ زوال و انحطاط کا شکار ہو جائے گا۔ لوگ اخلاقی اقدار کو پسِ پشت ڈال کر ہوس گیر اور مال پرست بن جائیں گے۔ نیکی و بدی کی تمیز ختم ہو جائے گی۔ معاشرے میں افتراق و انتشار، نفرت و نخوت اور کفر و الحاد پروان چڑھے گا۔ مذہب اخلاقیات کا درس دیتا ہے۔ افرادِ معاشرہ کے درمیان اخوت و بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال اسلامی تصور قومیت و ملّیت میں دین و سیاست کی ہم آہنگی پر زور دیتے ہیں۔ اس حوالے سے اقبال کی نظم و نثر میں فکری مماثلت پائی جاتی ہے۔ اقبال اپنی شعری نگارشات میں رقم طراز ہیں:

دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی
دوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری [۳۲]

اس حوالے سے اقبال مولوی صالح محمد ادیب تونسوی کے نام ایک مکتوب میں کچھ یوں کہتے ہیں:

” اسلام بحیثیت مذہب کے دین و سیاست کا جامع ہے یہاں تک کہ ایک پہلو کو دوسرے پہلو سے جدا کرنا حقائق اسلامیہ کا خون کرنا ہے۔ “ [۳۳]

اقبال کا موقف یہ ہے کہ اسلامی تصورِ قومیت و ملّیت کی اصل بنیاد دینِ اسلام ہے۔ اسلام کے زریں اصول ہی ملی اتحاد اور اخوت و بھائی چارے کے ضامن ہیں۔ اس حوالے سے اقبال اپنی شعری نگارشات میں کہتے ہیں:

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں ، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں ، محفلِ انجم بھی نہیں (۳۴)

اقبال اپنے نثر پاروں میں ان ہی خیالات کی کچھ یوں وضاحت کرتے ہیں:

" Our solidarity as a community rests on our hold on the religious principle. The moment this hold is loosened we are nowhere." (۳۵)

الغرض اقبال کی نظم و نثر میں بہت سی فکری مماثلتیں پائی جاتی ہیں جن کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اقبال کا تصورِ قومیت وملّیت اسلامی تصورات و نظریات کے زیرِ اثر ہے۔ اس تصورِ قومیت وملّیت نے نسلِ انسانی کی عالمگیر سطح پر شیرازہ بندی کرنے کے ساتھ ساتھ نفرت و عناد، ظلم و استبداد اور انتشار و افتراق کے خلاف نعرہِ حق بلند کیا۔

حوالہ جات

1. غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، پروفیسر، اقبال، ایک مطالعہ، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۷ء، ص ۶۳
2. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ۱۹۷۳ء، ص ۸۳
3. رئیس احمد جعفری، اقبال اور سیاستِ ملّی، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۸۱ء، ص ۳۹۶
4. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۱۶۱
5. محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد دوم، مرتبہ: سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۱ء، ص ۲۷۱
6. محمد اقبال، جغرافیائی حدود اور مسلمان، مشمولہ: مقالاتِ اقبال، مرتبہ: سید عبدالواحد معینی، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۱ء، ص ۲۷۳
7. ایضاً، ص 262
8. دہلوی، احمد، سید، مرتب: فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، دہلی: نیشنل اکاڈمی، ۱۹۰۱ء، ص ۴۰۰
9. محمد اقبال، جغرافیائی حدود اور مسلمان، ص ۲۷۳
10. ایضاً، ص ۲۷۴
11. ایضاً، ص ۲۶۲
12. عبدالجبار شاکر، پروفیسر، علامہ اقبال کی اردو نثر مع حواشی و تعلیقات، مرتبہ: ڈاکٹر خالد ندیم، لاہور: نشریات، ۲۰۱۷ء، ص ۲۱۰
13. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۲۴۸
14. ایضاً، ص ۴۶۲
15. ایضاً، ص ۴۸۷
16. ایضاً، ص ۶۵۴
17. النحل: ۱۲۳
18. Muhammad Iqbal, Speeches, Writings and Statements of Iqbal, Complied and Edited by Latif Ahmad Sherwani, Lahore: Iqbal Academy,1995,p.121

19. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۲۴۸

20. ایضاً، ص 160

21. محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد اول، مرتبہ: سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص 726

22. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص 160

23. Muhammad Iqbal, Stray Reflections, Complied and Edited by Dr.Javid Iqbal Lahore: Iqbal Academy, 1961, P.35

24. شفیق الرحمٰن ہاشمی، پروفیسر، اقبال کا تصورِ دین، دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۰ء، ص ۳۱۹

25. افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، پروفیسر، عروجِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۱ء، ص ۴۳۷۔۴۳۸

26. یوسف سلیم چشتی، بال جبرئیل مع شرح، دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاوس، ۱۹۹۷ء، ص ۵۷۰۔۵۷۱

27. افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، پروفیسر، عروجِ اقبال، ص ۴۴۳

28. محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، مغربی تہذیب کے مشرقی نقاد (اکبر الہٰ آبادی اور اقبال)، لاہور: بزمِ اقبال، 2012ء، ص 219

29. افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، پروفیسر، عروجِ اقبال، ص 447

30. اردو انسائیکلوپیڈیا، مرتبہ: فیروز سنز، لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، طبع سوم، ۱۹۸۴ء، ص 976

31. محمد اقبال، جغرافیائی حدود اور مسلمان، ص 266

32. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص 410

33. محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد سوم، مرتبہ: سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، 1993ء، ص 215

34. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص 201

35. Muhammad Iqbal, Stray Reflections, P.37